مقالۂ افتتاحیہ

جنگ کی برکتیں

رئیس احمد جعفری

بھارت اور پاکستان کی جنگ نے ہمیں بہت کچھ دیا، اتنا کچھ اور ایسا کچھ جو حسیات اسلامیہ کی تاریخ میں منفرد اور مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لڑائی سے پہلے وہ کونسی خامی اور خرابی تھی جو ہم میں نہ تھی اور اس لڑائی کے دوران اور اس کے بعد وہ کونسی خامی اور خرابی ہے جو ہم میں رہ گئی ہے؟

ہم جماعتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا، ایک دوسرے کے درپے آزار رہنا، ایک دوسرے پر بے دردی کے ساتھ نکتہ چینی کرنا، ڈھونڈ ڈھونڈ کر برائیاں پیدا کرنا۔ عیبوں کی تلاش، جرائم کی جستجو، خامیوں لغزشوں اور خطاؤں کی پردہ دری ہمارا بہترین مشغلہ تھا۔ یہ اس لڑائی کی برکت ہے کہ اب ہم ایک دوسرے کے مدّاح، اور ثناخواں ہیں۔ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اختلاف اتحاد سے بدل چکا ہے۔ خطا بینی عیب پوشی کا جامہ پہن چکی ہے۔ اب ہم میں کوئی اختلاف نہیں۔ اب ہم سب ایک ہیں۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔ منہاج ایک ہے۔ طرز فکر ایک ہے۔ وہ زمانہ قصہ پارینہ بن گیا جب ہم ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رہا کرتے تھے۔ اب تو ہم بنیان مرصوص ہیں۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار جو اس دیوار سے سر ٹکرائے گا اس کا سر پاش پاش ہو جائے گا۔ ہماری قوت بکھری ہوئی تھی، منتشر تھی اور آپس ہی میں صرف ہو رہی تھی۔ اب ہماری قوت کا نام اتحاد ہے، اور وہ باطل کے لیے موت کا پیام بن چکی ہے۔ پہلے ہم دشمنوں پر مہربان اور اپنوں سے بیزار تھے اب اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی جیتی جاگتی تصویر بن چکے ہیں یعنی:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اور یہ فولاد دلکشا مرگ آفرین ہے اس کا حال کوئی بھارت کی فوج سے پوچھ لے۔

زر اندوزی، مفاد پرستی اور طالع آزمائی ہماری فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ جنگ دنیا کے کسی خطّہ میں ہو ہم گراں فروشی پر مجبور۔ کوئی حادثہ رونما ہو ضروریات زندگی کی قیمتوں کو آسمان تک پہنچانے میں ہم طاق۔ دوسرے کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے لیکن ہمیں اگر ذرا سا فائدہ بھی پہنچ رہا ہو تو ہم اپنے مفاد کے مخلص ترین پاسبان و نگہبان۔ آمدنی کا ذریعہ کتنا ہی غلط، ناجائز اور نفرت انگیز کیوں نہ ہو مگر اس سے دست بردار ہو جانا ہمارے لیے ناممکن۔ لیکن اس جنگ نے ہمارے ذہن اور نفس کی تطہیر کر دی۔ ہمیں خوش گفتار اور نیکو کار بنا دیا۔ ہمارے اندر تقویٰ پیدا کر دیا:

سیہ کار تھے باصفا ہو گئے ہم
ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم

جنگ پاکستان کی سرزمین پر لڑی گئی لیکن کاروبار حسب معمول جاری رہا۔ ضروریات زندگی کا کیا ذکر۔ سامان تنعم تک کی قیمتوں میں اضافہ نہیں ہوا۔ نفع کے بندے لکھ لٹ بن گئے۔ موقع پرست قوم پرست بن گئے۔ دولت کے پجاری وطن عزیز کی حرمت اور تقدس پر سب کچھ نثار کرنے کو تیار ہو گئے۔ اب تک جو نفس حرص اور ہوس کی پکار پر لبیک کہتے آئے تھے جب اسلام نے آواز دی تو اس پکارنے دلوں کی دنیا ہی بدل دی۔ نفس حرص اور ہوس سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ ہم خدا کے ہو رہے خدا ہمارا بن گیا۔

موت سے کون نہیں ڈرتا ہم بھی ڈرتے تھے۔ بلکہ زندگی پر جان دیتے تھے۔ لیکن اسلام نے جب پکارا تو یہ دہشت کافور ہو گئی۔ زندگی ایک بوجھ معلوم ہونے لگی۔ شوق شہادت نے بے قرار کر دیا۔ دشمن موت سے بھاگتا تھا ہم موت کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ موت دشمن کی تاک میں

تھی اور ہم سے اٹھکیلیاں کررہی تھی۔ کسی بزدلی کی گردن مروڑنے میں اسے لطف آتا ہے لیکن جو کفن سر سے باندھ کر میدان میں اترے ہوں ان سے آنکھ ملاتے وہ جھجکتی ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کا ادب کرتی ہے۔ جانتی ہے یہ خون میں نہایا ہوا جسم اسی طرح فرشتوں کے ہاتھوں پر عرش الٰہی تک اور وہاں سے جنت الفردوس میں پہنچ جائے گا۔ وہ شہید کی عظمت کے سامنے اپنے آپ کو مجبور پاتی ہے کہ سر جھکائے اور نذر عقیدت پیش کرے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو گردن کٹا دینے کے باوجود نہیں مرتے۔ ایسے امر لوگوں کا بھی اگر وہ احترام نہ کرے تو کیا کرے۔ اس لڑائی نے ہمارے غازیوں اور شہیدوں کو فرش زمیں سے عرش لامکاں تک کتنا سرخ رو کر دیا۔ انھیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ ع

پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

ہم میں چور تھے۔ قاتل تھے۔ رہزن تھے۔ سماج دشمن عناصر تھے۔ قانون شکن تھے۔ ہر طرح کے لوگ تھے۔ لیکن آج وہ کہاں گئے۔ پولیس غرق حیرت ہے کہ جن سے حوالاتیں آباد رہتی تھیں جن کے دم سے جیل کی رونق تھی۔ جو پھانسی کے تختوں کی آبرو تھے۔ جنھیں قانون کسی قیمت پر معاف کرنے کو تیار نہیں تھا، وہ اب کہاں ہیں؟ اور پھر یہ جان کر اس کی حیرت اور بڑھ جاتی ہے کہ اب ان لوگوں کو نہ چوری کا چسکا ہے نہ رہزنی کا شوق، نہ قتل سے دلچسپی نہ قانون شکنی سے غرض۔ سب برائیوں سے تائب ہو کر اب تو کسی اور ہی فکر میں کھوئے ہوئے ہیں۔ اپنی ملّت کی فکر، اپنی قوم کی فکر، اپنے وطن کی فکر اور اپنے مذہب کی فکر اور اس فکر نے خود بخود ان کی اصلاح کر دی جو کام ناصحوں اور واعظوں سے نہ ہو سکا۔ جو بات تبلیغ و تلقین سے بن نہ آئی وہ یک بیک دفعتہً بے سان و گمان دشمن کی یلغار نے کر دکھایا۔

ہمارے کان نغمۂ معصیت سننے کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ ہمارے قلم نفس و ہوس کی چمن بندیوں میں مشغول رہتے تھے۔ ہمارے شعر زلف و عارض عشق اور بوالہوسی کی داستانوں کے لیے وقف تھے۔ ہمارے دانشور ذہنی عیاشیوں میں مبتلا تھے۔ لیکن جیسے ہی جنگ کے نقارے پر

چوٹ پڑی سب چونک گئے نغمۂ معصیت کے بجائے قومی اور ملّی ترانے غذائے روح بن گئے۔ ہمارے قلم تاریخ اسلام کے وجد آور، نشاط آفریں اور روح پرور واقعات وحقائق کی تلاش وجستجو میں مصروف ہو گئے۔ ہمارے شاعر قوم میں ایک ولولۂ تازہ پیدا کرنے کے لیے مصروف سخن سرائی ہو گئے۔ ہمارے دانشوروں نے این و آں کو چھوڑا، عقل گریز پا سے منہ موڑا۔ ذہنی عیاشیوں کو خیر باد کہا اور اسلام کے ترجمان بن گئے۔ غازی اور شہید کے نقیب بن گئے۔ عسکر اسلام کے رجز خواں بن گئے۔

کتنی بابرکت تھی یہ جنگ جس نے پل بھر میں ایک نئی قوم پیدا کر دی۔ کتنی قابل فخر ہے وہ قیادت جس نے قوم کو ایک نئے جذبے سے روشناس کر دیا۔

ہمارے جہاد اور دوسروں کی جنگ میں بھی فرق ہے، اور سچ پوچھیے تو بہت بڑا فرق ہے!

جنگ زندگی کی قدر و قیمت بڑھا دیتی ہے۔ بہت سے اخلاقی مفاسد پیدا کر دیتی ہے زندگی کی بے ثباتی انسان کو زیادہ حریص، زیادہ طامع اور زیادہ عیاش بنا دیتی ہے۔ جو کچھ کرنا ہے آج کر لو۔ جو کچھ آج کرنا ہے ابھی کر لو کیا معلوم کل آئے یا نہ آئے۔ کیا خبر اس لمحۂ حیات کے بعد دوسرا لمحۂ حیات میسّر ہو یا نہ ہو۔ زندگی کی یہ بے ثباتی، زندگی سے یہ مایوسی انسان کو زندگی کا اتنا زیادہ حریص بنا دیتی ہے کہ وہ ساری حسرتیں ابھی اور اسی وقت پوری کر لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس زندگی کے بعد کسی اور زندگی سے آشنا ہونے کا نہ وہ تصور رکھتا ہے نہ یقین!

لیکن ہمارا جہاد؟

جہاد انسان کی نظر میں زندگی کو بے وقعت بنا دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے موت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ ابھی یا کچھ مدّت کے بعد۔ بہر حال موت سے مفر نہیں۔ لیکن مرنے کے بعد جو زندگی ملے گی وہ غیر فانی ہوگی۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ پس جو اعمال بد کا توشہ لے کر نئی زندگی حاصل کرے گا اس کی یہ نہ ختم ہونے والی زندگی عبارت ہوگی عقوبت و اذیت سے اور ایسی

عقوبت جو روح فرسا ہو گی۔ ایسی اذیت جس کی انتہا نہیں۔ لیکن جو اعمالِ حسنہ کا توشہ لے کر اپنے خدا کے حضور میں پہنچتا ہے اس کی ہمیشگی کی زندگی عبارت ہوگی نعمتوں اور لذتوں سے اور جو خدا کی راہ میں گردن کٹا کر اپنے رب اور مالک کے حضور میں پہنچے گا اسے وہ صلہ ملے گا جو کسی کو نہیں مل سکتا۔ اور یہ شہادت آن کی آن میں حاصل ہو سکتی ہے۔ ابھی، اسی وقت یہیں نئی اور ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی کا یہ شاندار تصور مجاہد میں شہید بننے کی آرزو پیدا کر دیتا ہے۔

اس جنگ نے یہ آرزو ہم میں پیدا کر دی۔ اسی لیے ہم جیت گئے اور دشمن ہار گیا۔ ہمارے حصے میں نعمت اور رحمت آئی۔ دشمن نے بھی اپنا حصہ پا لیا۔ کبھی نہ ختم ہونے والی عقوبت و اذیت یہ جنگ کی نعمت ہے کہ اس تصور سے ہم پھر آشنا ہوئے۔ یہ پاکستان کا طفیل ہی ہے کہ اس تصور کو ہم نے عملی جامہ پہنایا۔

پاکستان پائندہ باد!